ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.8 No.2 2024

احکام شریعہ میں رخصت وتیسیر کا اختصاصی جائزہ

An Analytical Study of Concessions and Ease in Islamic Jurisprudence

☆ثمینہ ہنجرا: پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہو، لاہور

☆☆ڈاکٹر محمد نواز الحسنی : پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ ، دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

Abstract

The Messenger of Allah (Saw) had the most knowledge of the purpose of Allah's commandments and the breadth and ease found in them. That is why Allah Almighty gave the explanation of the Qur'an's summaries, the explanations of the Qur'an's ambiguities, the interpretation of the difficulties of the Qur'an and the explanation of the signs of the Qur'an to the Prophet. It was declared as the primary responsibility. There are many proofs in the Holy Quran and Hadiths that the Prophet (Saw) intended to be gentle, easy, generous, generous, forgiving and accommodating to people and he preferred ease for them. All such measures, due to which there was fear of difficulty, hardship, embarrassment and difficulty in people's lives, the Prophet (Saw) used to abandon it. While interpreting and explaining the commands of Allah, the Prophet (Saw) took great care that the commands It should not lead to difficulties and hardships for Muslims. People who prefer departures instead of vacations in post-natal work reach such a level that they don't even pay their duties well later. It should be remembered that where the Shariah has kept a series of leaves for people and made it easy, it is not permissible and right for any individual to deny these leaves. Denial of the eases and facilities given by the Shariah is tantamount to committing a divine sin. Therefore, one should adopt the path of moderation in worship and affairs in which Allah and His Messenger (Saw) have provided scope and breadth. Don't create problems for yourself and other people by doing it, and don't try to get rid of the things that Allah has placed in the power and strength of His servants. On some occasions, Allah and His Messenger like to practice the act of departure, but on occasions of convenience and leave, it is necessary to obtain the pleasure of Allah and His Messenger

Keywords: *Qur'an, departures, leaves, Prophet, Hadith*

اللہ تعالیٰ کے احکام کا مقصد اور ان میں پائی جانے والی وسعت اور آسانی کا سب سے زیادہ علم رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی کو تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مجملات قرآن کی تبیین، مبہمات قرآن کی توضیح، مشکلات قرآن کی تفسیر اور اشارات قرآن کی تشریح رسول اکرم ﷺ کی بنیادی ذمہ داری قرار دیا تھا۔ قرآن مجید اور احادیث میں متعدد دلائل اس پر شاہد ہیں کہ آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ نرمی آسانی، تیسیر، گنجائش، وسعت، عفو و درگزر اور سہولت کا ارادہ رکھتے تھے اور ان کے لئے آسانی کو ہی ترجیح دیتے تھے، ایسے تمام اقدام جن کی وجہ سے لوگوں کی زندگی میں عسر، تنگی، حرج اور مشکل پیدا ہونے کا اندیشہ لاحق ہوتا تھا، آپ ﷺ اس کو ترک کر دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے احکام الٰہی کی تعبیر و تشریح کرتے ہوئے اس بات کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے کہ کہیں احکام کی پیروی کرنا مسلمانوں کے لیے دشواریوں اور تنگیوں کا باعث نہ بنے۔ بدقسمتی سے عصر حاضر میں کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو تقویٰ اور پرہیزگاری کے حصول کے لئے شریعت کی دی ہوئی آسانیوں، سہولتوں اور رخصتوں کا انکار کر دیتے ہیں اور خود کو نفلی اور مستحب کاموں میں اس قدر تنگی اور حرج میں مبتلا کر لیتے ہیں کہ بعد میں کئی ایک مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نفلی کاموں میں رخصتوں کی بجائے عزیمتوں کو ترجیح دینے والے بسا اوقات اس سطح تک پہنچ جاتے ہیں کہ بعد میں فرائض کی ادائیگی بھی اچھے طریقے سے نہیں کر سکتے۔ یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ جہاں شریعت نے لوگوں کے لیے

رخصتوں کا سلسلہ رکھا ہے اور آسانی رکھی ہے وہاں کسی بھی فرد کے لیے یہ جائز اور درست نہیں ہے کہ وہ ان رخصتوں کا انکار کردے۔ شارع کی طرف سے دی گئی آسانیوں اور سہولتوں کا انکار معصیت الٰہی کے مرتکب ہونے کے مترادف ہے۔ اس لیے عبادات و معاملات میں اعتدال کی راہ کو اختیار کرنا چاہیے جن اشیاء میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے گنجائش اور وسعت رکھی ہے۔ وہاں تنگی اور حرج پیدا کرکے خود اپنے اور دیگر لوگوں کے لیے مسائل نہ پیدا کئے جائیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی قدرت اور طاقت میں جو چیزیں رکھی ہیں ان سے جان چھڑانے کی کوشش نہ کی جائے۔ بعض مواقع پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو عزیمت پر عمل کرنا پسندیدہ ہوتا ہے، بسا اوقات سہولت اور رخصت کو اختیار کرنا اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے حصول کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

اسلام کی بنیاد تیسیر اور آسانی پر رکھی گئی ہے یہ اسلام کا امتیازی وصف ہے جو اس کو تمام مذاہب اور ادیان میں غالب کرتا ہے کہ اس میں مسلمانوں کی مشکلات اور تنگیوں کا خاتمہ کردیا گیا ہے۔ اسلام میں احکام کو نافذ کرتے ہوئے مکلفین کی استطاعت، انفرادی اور اجتماعی حالات کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ شریعت اسلامیہ لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرتی ہے، مشکلات اور تنگی کا خاتمہ کرتی ہے

اثبات رخصت اور نفی تعسیر

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کئی ایک مقام پر اس کی صراحت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے تیسیر، آسانی، سہولت کا ارادہ رکھتا ہے اور اپنے بندوں سے مشکلات، دشواریوں اور تنگیوں کا خاتمہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾[1]

"اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔"

امام طبری اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے فرمان (يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ) کی تفسیر میں بھی یہی بات ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے رخصت چاہتے ہیں سفر و بیماری کی حالت میں روزہ چھوڑنے کی۔ اور دوسرے دنوں جب سفر مکمل ہو جائے تو قضائی ہے ان دنوں کی جن میں تم نے روزہ چھوڑا ہے اور بیماری میں صحت یاب ہونے پر تمہارے لیے تخفیف ہے اور تمہارے احوال میں مشقت کی وجہ سے اس نے تم پر آسانی کی ہے۔ (وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ) کہ وہ تم پر تنگی نہیں چاہتا۔ اس نے ان احوال میں تمہیں پورے مہینے کے روزوں کا مکلف بنایا ہے کہ اگر اس نے تم پر روزوں کی ذمہ داری ڈالی ہے تو اس کو اس کی شدت اور مشقت کا بھی علم ہے۔"[2]

امام راغب الاصفہانی لکھتے ہیں:

---

(1) البقرہ2: 185

(2) جامع البیان عن تأویل آی القرآن،3، 218

”اللہ تعالیٰ کا فرمان يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ اس میں دور اندیشی ہے۔ چنانچہ دنیا اور آخرت میں امور الٰہیہ میں تخفیف و آسانی ان چیزوں میں ہے جن کو نفس مشکل و گراں سمجھتا ہے۔ اور جہاں تک آخرت میں کامیابی کے حصول کا معاملہ ہے وہ دنیا میں مشقت اٹھا کر، فرمانبرداری کے اعمال کر کے اور نفس کی مخالفت کر کے ہی حاصل ہوتی ہے اور جہاں تک دنیا کا معاملہ ہے اس میں انسان کو تخفیف و آسانی حصول علم، صبر اور پاکدامنی اختیار کرنے کے ساتھ ہے جس کے ذریعے انسان سے جہل، جزع اور خوف و فقر کو اٹھانا ہے۔“[3]

امام الشوکانی □ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ﴾ میں تمہارے لیے رخصت گزر چکی ہے یا اس چیز کا بیان ہے جس میں تمہارے لیے تخفیف ہے۔ اور انسان کو اس قدر کمزور پیدا کیا ہے کہ وہ اس قدر عاجز و بے بس ہے کہ وہ اپنے نفس پر کنٹرول نہیں کر سکتا اور اپنی شہوات کو قابو نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ وہ مشقت کے ساتھ احکامات کو پورا کرے چنانچہ اس حیثیت میں وہ تخفیف کا زیادہ محتاج ہے اسی لیے اللہ نے اس سے تخفیف و آسانی کا ارادہ کیا ہے۔“[4]

احکام شریعت میں رخصت و تیسیر کو ترجیح

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مشکلات اور تنگیوں کو خوب جانتا ہے اس لئے اس نے اپنے بندوں کی فطرت کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے لئے احکام کی بجاآوری میں مختلف اختیارات دئے تاکہ وہ حکم پر عمل پیرا بھی ہوں اور ان کو مشقت اور تنگی کا سامنا بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسانوں کے لیے جو آسانی اور سہولت پیدا فرمائی ہے ان میں سے چند ایک یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

طہارت و پاکیزگی کے حصول میں رخصت و تیسیر

نماز دین اسلام کا اہم رکن ہے اور اس کے لئے وضو شرط ہے بعض اوقات انسان کو حالت سفر میں پانی کی عدم دستیابی کا سامنا ہوتا ہے یا بیماری کی وجہ سے انسان پانی کو استعمال نہیں کرنا چاہتا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں آسانی فرما دی تاکہ اس کے بندے مشکلات کا شکار نہ ہوں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾[5]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم نماز کے لیے اٹھو تو چاہیے کہ اپنے منّہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو، سروں پر ہاتھ پھیر لو اور پاؤں ٹخنوں تک دھو لیا کرو۔ اگر جنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر پاک ہو جاؤ۔ اگر بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی

---

(3) الاصفہانی، ابو القاسم الحسین بن محمد، راغب، تفسیر الراغب الأصفہانی، كلية الآداب - جامعة طنطا، 1999ء، 1/288

(4) الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، فتح القدير، دار ابن كثير، دار الكلم الطيب ۔ دمشق، بيروت، 1414ھ، 1/522

(5) المائدہ5: 6

شخص رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو، اور پانی نہ ملے، تو پاک مٹی سے کام لو، بس اس پر ہاتھ مار کر اپنے منّہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو۔ اللہ تم پر زندگی کو تنگ نہیں کرنا چاہتا، مگر وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دے، شاید کہ تم شکر گزار بنو۔"

ادائیگی صیام میں رخصت و تیسیر

روزہ اسلام کا دوسرا ابڑا رکن ہے اور یہ بہت اہم عبادات میں شمار ہوتا ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی مشکلات کو آسان کر دیا تاکہ عمل کرنے میں آسانی ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَ مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾(6)

"رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے، جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے۔ لہٰذا اب سے جو شخص اس مہینے کو پائے، اس پر لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے۔ اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو، تو وہ دوسرے دنوں میں تعداد پوری کرے۔ اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔ اس لیے یہ طریقہ تمہیں بتایا جا رہا ہے تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے، اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکر گزار بنو۔"

حج میں رخصت و تیسیر

ارکان اسلام میں سے حج کی حیثیت ایک رکن کی ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں جو تیسیر، سہولت اور آسانی کا معاملہ رکھا ہے اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس عبادت کے بارے میں فرمایا:

﴿مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾(7)

حالت احرام میں شکار کرنے کی سخت ممانعت فرمائی گئی ہے اگر کوئی شخص جان بوجھ کر حالت احرام میں شکار کر لیتا ہے تو اس پر کفارہ لازم آتا ہے۔ ادائیگی کفارہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ کس قدر تیسیر اور آسانی کو ملحوظ رکھا ہے، اس کا اندازہ قرآن مجید میں اس آیت سے ہوتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَ بَالَ اَمْرِهٖ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ وَ مَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾(8)

---

(6) البقرہ2: 185

(7) آل عمران3: 97

(8) المائدہ5: 95

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! احرام کی حالت میں شکار نہ مارو، اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو اسی کے ہم پلہ ایک جانور اسے مویشیوں میں سے نذر دینا ہوگا جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے، اور یہ نذرانہ کعبہ پہنچایا جائے گا، یا نہیں تو اس گناہ کے کفارہ میں چند مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا، یا اس کے بقدر روزے رکھنے ہوں گے، تاکہ وہ اپنے کیے کا مزہ چکھے۔ پہلے جو کچھ ہو چکا اسے اللہ نے معاف کر دیا، لیکن اب اگر کسی نے اس حرکت کا اعادہ کیا تو اس سے اللہ بدلہ لے گا، اللہ سب پر غالب ہے اور بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے۔“

قتل خطاء کی دیت میں رخصت و تیسیر

قتل خطا کا کفارہ بیان کرتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے آسانی اور تیسیر کا معاملہ فرمایا ہے اس میں اسرار اور حکمت یہ ہے قاتل کی جان بچ جائے کیونکہ اس نے عمداً قتل نہیں کیا۔ اور ورثاء کو جو اتنا بڑا نقصان اور صدمہ پہنچا ہے اس میں کمی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو خون بہا دیا تاکہ ان کے غم اور پریشانی میں کمی لائی جاسکے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖ اِلَّا اَنْ يَّصَّدَّقُوْا فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾[9]

”اور مسلمانوں کا یہ کام نہیں کہ کسی مسلمان کو قتل کریں مگر غلطی سے اور جو مسلمان کو غلطی سے قتل کرے تو ایک مسلمان کی گردن آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے مگر یہ کہ وہ خون بہا معاف کر دیں پھر اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم میں تھا جس سے تمہاری دشمنی ہے تو ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے اور اگر وہ مقتول مسلمان کسی ایسی قوم میں سے تھا جس سے تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو خون بہا دیا جائے گا اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہوگا پھر جو غلام نہ پائے وہ پے درپے دو مہینے کے روزے رکھے اللہ سے گناہ بخشوانے کے لیے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔“

کفارہ ظہار میں رخصت

ظہار (اگر کوئی فرد اپنی بیوی کو محرمات کے ساتھ تشبیہ دے کر اپنے اوپر حرام کر لے اور پھر اپنے قول کو واپس لینا چاہے) کا شریعت نے جو کفارہ بیان کیا اس میں تین چیزیں ہیں ایک غلام آزاد کیا جائے یا ساٹھ دن مسلسل روزے رکھے جائیں یا ساٹھ مسکین لوگوں کو کھانا کھلایا جائے، اس میں مقصود اپنے بندوں کے لئے آسانی پیدا کرنا تھا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَ

---

(9) النساء4: 92

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾[10]

"اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر وہ اپنی کہی ہوئی بات سے پھرنا چاہتے ہیں تو ان کے ذمے ایک گردن (یعنی غلام یا لونڈی) کا آزاد کرنا ہے اس سے پہلے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اس حکم سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ پوری طرح باخبر ہے ان تمام کاموں سے جو تم لوگ کرتے ہو۔"

کفارہ یمین میں رخصت

یمین (اگر کوئی شخص قسم کھانے کے بعد اس کو توڑنا چاہے یا توڑ دے) تو اس کا کفارہ بیان کرتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے آسانی کا معاملہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ وَ لٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ فَکَفَّارَتُہٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰکِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَھْلِیْکُمْ اَوْ کِسْوَتُھُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ ذٰلِکَ کَفَّارَةُ اَیْمَانِکُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَ احْفَظُوْٓا اَیْمَانَکُمْ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ﴾[11]

"اللہ تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا تمہاری لغو (اور بے مقصد) قسموں پر مگر وہ تمہاری ان قسموں پر تمہاری گرفت ضرور فرمائے گا جو تم نے اپنے قصد (ارادہ) سے کھائی ہوں، پس ایسی قسم (کے توڑنے) کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے، وہ درمیانہ درجے کا کھانا جو تم لوگ خود اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا انہیں کپڑے پہنا دو، یا ایک گردن (غلام یا لونڈی) آزاد کر دو، اور جس کو یہ میسر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے، یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا، جب کہ تم قسم کھا کر (اسے توڑ) لو، اور حفاظت کیا کرو تم لوگ اپنی قسموں کی، اسی طرح اللہ کھول کر بیان فرماتا ہے، تمہارے لئے اپنی آیتیں (اور احکام) تاکہ تم لوگ شکر ادا کرو۔"

مقروض کے لیے رخصت

زندگی کے شب و روز میں انسان مختلف حالات کا سامنا کرتا ہے، مشکل حالات میں تنگ دست آدمی کسی خوشحال سے قرض حاصل کرتا ہے اور حالات کی تنگی کی وجہ سے وہ اگر وقت معین پر قرض واپس نہ کر سکے تو اس کے ساتھ آسانی کا معاملہ کیا جانا چاہئے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[12]

"تمہارا قرض دار تنگ دست ہو تو ہاتھ کھلنے تک اسے مہلت دو، اور جو صدقہ کر دو، تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تم سمجھو۔"

---

(10) المجادلہ58: 3

(11) المائدہ5: 89

(12) البقرہ2: 280

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

یہ آسانی اور سہولت مقروض کی تنگدستی اور مجبوری کی بناء پر دی گئی ہے ورنہ عام حالات میں اس کے بارے میں شریعت اسلامیہ کا یہی حکم ہے کے وقتِ معین پر وہ قرض ادا کرنے کا ذمہ دار ہے اور اس سے ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے گا۔

اضطراری حالات میں رخصت

اضطراری حالات سے مراد وہ کیفیت ہے جس میں انسان دین، جان، مال، عقل، نسل کو ہلاکت سے محفوظ رکھنے کے لیے کسی چیز کی پناہ لینے پر مجبور ہو جائے۔ غایت درجہ کی مجبوری کو اضطرار کہا جاتا ہے جو حکم عام ہوتا ہے وہ اضطراری اور مجبوری کے حالات میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ بھی اللہ کی طرف سے اس کے بندوں کے لیے انتہائی آسانی اور گنجائش ہے کہ وہ حالات کی تنگی میں مزید آزمائش میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اضطراری حالات میں تبدیلی احکام کے قرآن میں چند ایک دلائل پیش کیے جاتے ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾(13)

"اللہ کی طرف سے اگر کوئی پابندی تم پر ہے تو وہ یہ ہے، کہ مردار نہ کھاؤ، خون سے اور سور کے گوشت سے پرہیز کرو، اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کے سِوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ ہاں جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو اور وہ ان میں سے کوئی چیز کھا لے بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے، تو اس پر کچھ گناہ نہیں، اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

آسانی اور سہولت پر مبنی دین

آپ ﷺ نے خود دین کی وسعت اور گنجائش کو یوں بیان فرمایا:

«إِنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ لِتَعْلَمَ يَهُودُ أَنَّ فِي دِينِنَا فُسْحَةً إِنِّي أُرْسِلْتُ بِحَنِيفِيَّةٍ سَمْحَةٍ»(14)

"عائشہ □ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن فرمایا تاکہ یہود جان لیں ہمارے دین میں وسعت ہے بے شک میں حنیف اور آسانی والے دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔"

آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کوئی دین افضل ہے تو اس کے جواب میں بھی آپ ﷺ نے دین کی وسعت اور گنجائش کو نمایاں فرمایا:

«سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّ الدِّينِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الْحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَةُ»(15)

---

(13) البقرہ2: 173

(14) احمد بن حنبل، ابو عبداللہ، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مؤسسة الرسالة، 2001ء، رقم الحديث:25972

(15) معمربن أبی عمرو،الجامع(منشور كملحق بمصنف عبد الرزاق)، المجلس العلمی باكستان وتوزيع المكتب اسلامی،بيروت، 1403ھ، رقم الحديث: 20574

"آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کونسا دین افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سیدھا اور آسانی والا دین۔"

اللہ کے نزدیک نرمی، سہولت اور تیسیر والا دین پسندیدہ ترین دین ہے۔

«وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللَّهِ الحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَةُ»[16]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ دین ہے جو سچا اور سیدھا ہے۔"

علامہ بدرالدین العینی فرماتے ہیں:

"قَوْله: (السمحة) بِالرَّفْع صفة: الحنيفية، وَمَعْنَاهَا: السهلة، والمسامحة هِيَ: المساهلة، وَالْملَّة السمحة: الَّتِي لَا حرج فِيهَا وَلَا تضييق فِيهَا على النَّاس، وَهِي ملَّة الْإِسْلَام"[17]

"السمحة یہ رفع کے ساتھ الحنیفیۃ کی صفت ہے اور اس کا معنی ہے سہولت اور المسامحۃ یہ المساهلة ہے اور الْملَّة السمحة سے مراد ہے کہ وہی ملت اسلام ہے جس میں لوگوں پر کوئی تنگی اور حرج نہ ہو۔"

انور شاہ کشمیری اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"واعلم أن القرآنَ جعل اليهودية، والنصرانية، مقابِلًا للحنيفيّة. قال تعالى: ﴿وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَى تَهْتَدُوا قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ (البقرة: 135). فالقرآن يذمُ اليهودية، والنصرانية، ويمدح الحنيفية، ولا يُدرى وجهه، فإنهما أيضًا من الأديان السماوية، نعم، لو كانت المَذَمَّة على المتبعِين لما كان فيه إشكالًا، إلا أنها على هذه الأديان. فالوجه عندى: أن اليهوديةَ والنصرانية فى الأصل ألقابٌ لأَتباعِ التوراةِ والإنجيل، ولما حرَّفُوهما وبدلوا كلام الله من بعد ما عَقَلُوه، واشتروا به ثمنًا قليلًا، وباؤا بغضب من الله، صارت اليهوديةُ والنصرانيةُ، ألقابًا لأتباعِ التوارةِ المحرفة، والإنجيل المحرَّف الذى فى أيديهم، فذمه القرآن، وقابل بينهما وبين الحنيفيّة لهذا"[18]

"یہ بات جان لو کہ قرآن مجید نے یہودیت اور نصرانیت کو الحنیفیہ کے برعکس قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یہودی کہتے ہیں، یہودی ہو تو راہ راست پاؤ گے عیسائی کہتے ہیں، عیسائی ہو تو ہدایت ملے گی ان سے کہو نہیں بلکہ جو شخص ملت ابراہیمی پر ہوگا وہ ہدایت پائے گا اور ابراہیم موحد تھے۔ قرآن مجید یہودیت اور نصرانیت کی مذمت کر رہا ہے اس کی وجہ کیا ہے جبکہ یہ دونوں ادیان سماویہ ہیں ہاں اگر یہ لوگ اپنے ادیان کے ماننے والے ہیں تو پھر ان کی مذمت پر جو اشکال پیدا ہوتا ہے میرے نزدیک اس مذمت کی وجہ یہ ہے کہ اصل میں یہودی اور نصرانی ان لوگوں کا لقب ہے جو تورات اور انجیل کے متبعین ہیں جبکہ انہوں نے ان کتب میں تبدیلی کر دی، اللہ کے کلام کو اپنی عقل کے مطابق بدل ڈالا تھوڑی قیمت میں بیچ دیا اور ان پر اللہ کا غضب پڑ گیا۔ یہودیت اور نصرانیت ان لوگوں کا لقب ہو گیا جو تحریف شدہ تورات اور انجیل کی اتباع کرنے والے ہیں اسی لیے قرآن مجید نے ان کی مذمت فرمائی ہے اور ان کو دین حنیف کے برعکس قرار دیا۔"

---

(16) الطبرانی، سلیمان بن احمد، ابو القاسم، المعجم الاوسط، باب المیم، دار الحرمین، القاہرہ، رقم الحدیث: 7351

(17) العینی، محمود بن احمد، بدرالدین، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دار إحیاء التراث العربی۔ بیروت، 1/ 235

(18) کشمیری، محمد انور شاہ، فیض الباری علی صحیح البخاری، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۔لبنان، 2005ء، 1/ 203-204

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

پروفیسر ڈاکٹر عبدالکبیر محسن اس حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"احب اسم مفعول کے معنی میں ہے اس کی خبر (الحنيفية السمحة) اگرچہ مؤنث ہے لیکن علم بن چکا ہے لہٰذا کوئی قباحت نہیں، دوسرا یہ کہ افعل تفضیل اگر مضاف کے طور پر استعمال کیا جائے تو اس میں جائز ہے کہ اسے مابعد کے مطابق رکھا جائے یا نہ۔ (الدین) جنس ہے مراد (أحب الأديان) ہے۔ ادیان سے مراد بنی اسرائیل وغیرہ کی شریعتیں ہیں، ان میں تحریف سے پہلے چنانچہ ان میں کافی سختیاں اور تنگیاں تھیں مثلاً توبہ کے لیے اپنے آپ کو قتل کرنا، آٹھ پہر کا روزہ وغیرہ ان کی نسبت الحنيفية یعنی ملت ابراہیمیہ آسانیوں والی ہے حنف کا لغت میں میل یعنی میلان کا معنی ہے کیونکہ حنف ابراہیم باطل سے میلان کر کے حق کی طرف آئے تو ان کی ملت کو (الملة الحنيفية) کہا گیا اور حنیف اسے کہیں گے جو ان کی ملت پر ہو ہمیں جناب ابراہیم کی ملت عطا کی گئی (وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دین میں اپنے اوپر سختی نہیں کرنی چاہیے یعنی اس قسم کی سختی جو راہبوں نے اپنے اوپر مسلط کی۔"[19]

دین اسلام میں تنگی اور حرج کی ممانعت

رسول اکرم ﷺ نے دین اسلام کی وسعت سہولت اور نرمی کو واضح کرتے ہوئے اس بات کی طرف بھی اشارہ فرمایا دیا کہ اس دین میں سختی مشکلات، تنگی اور دشواری پیدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جو اس میں تنگی اور مشکلات پیدا کرے گا یہ دین اس پر غالب آجائے گا یعنی سختی اور تنگی باقی نہ رہے گی۔

حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ»[20]

"دین بہت آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی کرے گا یہ اس پر غالب آجائے گا، پس تم لوگ میانہ روی کرو اور (اعتدال سے) قریب رہو اور خوش ہو جاؤ (کہ تمہیں ایسا دین ملا) اور صبح اور دوپہر کے بعد اور کچھ رات میں عبادت کرنے سے دینی قوت حاصل کرو۔"

امام بخاری ؒ نے اس حدیث کو کتاب الایمان میں باب الدین یسر کے تحت ذکر کیا ہے جبکہ اس باب سے پہلے صوم رمضان کا ذکر ہے بظاہر صوم رمضان کے بعد اس باب کا محل نظر نہیں آتا کیونکہ باب کا ماقبل اور مابعد اس سے یکسر مختلف ہے امام بخاری ؒ نے رمضان کے روزوں کے بعد یہ باب کیوں باندھا اس کی حکمت کیا تھی انہوں نے ایسا کیوں کیا ہے؟۔

اس کے بارے میں مولانا محمد عثمان غنی لکھتے ہیں:

باب سابق میں صوم رمضان کا ذکر تھا اور قرآن مجید میں حکم صوم کے بعد ارشاد الٰہی ہے:

---

(19) عبدالکبیر محسن، ڈاکٹر، پروفیسر، توفیق الباری شرح صحیح البخاری، مکتبہ اسلامیہ،2008ء،1،م 116

(20) بخاری، الجامع الصحیح،کتاب الایمان،باب الدین یسر،رقم الحدیث: 39

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾(البقرہ 2: 185)

''اللہ تم کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور تمہارے ساتھ دشواری منظور نہیں۔''

اسی مناسبت سے مؤلف بھی باب صوم رمضان کے بعد الدین یسر کا باب لائے ہیں۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام بخاری قرآن مجید کے کتنے ماہر حافظ ہیں۔جب امام بخاری نے صیام کا باب باندھا تو فوراً قرآن مجید کی طرف منتقل ہو گئے۔ارشاد الٰہی ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَ مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ﴾(21)

الدین یسر الف لام عہد کا ہے مراد دین اسلام ہے اور یسر کا عمل الدین پر ذو یسر کی تاویل سے ہے یا از قبیل زید عدل ہے یعنی دین غایت یسر کی وجہ سے خود یسر ہو گیا۔

امام بخاری کا مقصد خوارج و معتزلہ کی تردید ہے اس لیے کہ ان لوگوں نے دین کو اتنا سخت بنا دیا کہ اگر ایک وقت کی نماز کو چھوڑ دیا تو کافر ہو گیا یا ایمان سے خارج ہو گیا اگر کوئی گناہ کبیرہ ہو گیا تو کافر ہو گیا۔امام بخاری فرماتے ہیں کہ دین اتنا سخت نہیں جتنا بنا رکھا ہے بلکہ دین آسان ہے۔

اس سے قبل مسلسل چار ابواب کے ذکر کردہ اعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں بڑی مشقت ہے۔لیلۃ القدر کا قیام پھر جہاد مع الکفار، رمضان کا روزہ اور تراویح سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں نہایت مجاہدہ و مشقت مطلوب ہے اب امام بخاری بتلانا چاہتے ہیں اگرچہ مجاہدہ و مشقت مطلوب ہے لیکن اتنا ہی کہ پابندی اور مداوت ہو سکے۔(22)

اس حدیث کے دوسرے حصہ میں دین میں سختی کرنے سے منع کیا گیا ہے کہ جو دین میں سختی کرے گا دین اس پر غالب آ جائے گا۔جو دین میں سختی سے کام لے گا ایک دن وہ عمل کرنے سے عاجز آ جائے گا اور اعمال سرانجام نہیں دے پائے گا۔کثرت جہد اور تکلیف مالایطاق سے کام لے گا ایک دن بیمار پڑ جائے گا۔جو صرف عزیمتوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور رخصتوں کو قبول نہیں کرتے وہ ایک دن مغلوب من الدین ہو جاتے ہیں اس لیے عزائم اور رخص دونوں کو قبول کرنا چاہئے۔

سید احمد رضا بجنوری "ولن یشاء الدین احد الاغلبه" کی تشریح میں لکھتے ہیں:

1۔یعنی اتنی شدت اختیار کرنا کہ مقصود دین پر غالب آ جانا ہو تو اس میں کامیابی نہ ہو اور نتیجہ دین سے مغلوب ہی ہونا پڑے گا۔معلوم ہوا کہ جو شدت اس درجہ کی نہ ہو تو اس میں نہی داخل نہیں بلکہ اس کا محمود ہونا بھی ثابت ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا ''مومن قوی بہتر ہے مومن ضعیف سے اور یوں خیر و بھلائی دونوں میں ہے''معلوم ہوا کہ ضعیف کا مرتبہ قوی سے گھٹا ہوا ہے۔کیونکہ اس کے دین میں قوت اور ہمت میں بلندی ہوتی ہے تاہم ضعیف بھی اگر بقدر استطاعت، اخلاص نیت کے ساتھ دین کے ضروری احکام بجالائے گا تو وہ بھی خیر و فضیلت سے خالی نہیں ہے۔نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ شرعاً مطلوب یہی ہے کہ یقین و عمل کا کمال حاصل کیا جائے مگر شدت و سختی کے ساتھ نہیں بلکہ قوت و نرمی کے ساتھ، عاجزی و فروتنی کے ساتھ، مثلاً یقین کا کمال تقلید اور آیات النفس میں تدبر کے راستہ سے نہیں بلکہ استدلالات و استنباطات عقلیہ کے اندر قوت کے ذریعہ حاصل کرنا چاہے تو صحیح نہ ہو گا یا عمل

(21) البقرہ2: 185

(22) محمد عثمانی غنی، علامہ، نصرۃ الباری شرح صحیح البخاری، مکتبہ الشیخ، بہادر آباد، کراچی، 1،ص298

کا کمال فرض و مستحب کو اپنے اپنے مرتبہ میں رکھ کر اپنی استطاعات کے موافق حاصل نہ کرے بلکہ ادا ضروریات مستحبات میں غلو و مغالیہ کی حد تک پہنچ جائے اس سے بھی حدیث کے جملہ مذکورہ میں روکا گیا ہے۔

2۔ضروریات میں اس قدر غلو وانہاک کیا جائے کہ فرائض وواجبات کی ادائیگی میں خلل پڑے، درست نہیں کیونکہ سب سے بڑا اور اصلی درجہ کا تقرب اللہ فرائض و واجبات ہی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ صبح کی نماز جماعت سے ساتھ پڑھنا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ ساری رات عبادت کروں (اور صبح کی نماز رہ جائے)

3۔صرف عزیمتوں پر عمل کرنا اور شرعی رخصتوں سے فائدہ نہ اٹھانا بھی شدت ومشادہ ہے۔

4۔ جو شخص دین کے بغیر کتاب وسنت کے دوسرے علوم عقلیہ کے ذریعہ حاصل کرے وہ مشادہ میں داخل ہے کیونکہ اس طرح حق کا پوری طرح اس پر انکشاف نہ ہو سکے گا اور دین کا حصول اس پر دشوار ہو جائے گا۔

5۔جو شخص دین تمام مسائل پر عمل اس شرط پر کرنا چاہے کہ سب مجمع علیہ ہوں تو وہ بھی ناکام ہوگا۔دین پر عمل دشوار ہو جائے گا کیونکہ بہت سے مسائل ایسے ملیں گے جن پر اجماع نہیں ہو سکا۔

6۔جو شخص مقدورات الٰہیہ اور فرائض خداوندی سے دل تنگ ہو کر تسلیم وانقیاد، صبر ورضا اختیار نہ کرے گا۔اس پر بھی دین غالب آ جائے گا۔کیونکہ وہ ان کو ناقابل برداشت مشقت اور دین میں شدت سمجھے گا اور ہمت ہار دے گا۔[23]

اس حدیث میں دین میں تیسیر پر زور دیتے ہوئے آپ ﷺ نے مزید یہ الفاظ فرمائے۔

سددوا و قاربوا یعنی میانہ روی اختیار کرو اور اگر کسی نیکی کو کامل نہیں کر سکتے تو اس کے قریب ہو جاؤ دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر اعلیٰ مرتبہ اور درجہ حاصل نہ کر سکو تو اس کے قریب تو رہو۔

وابشروا میں یہ پیغام ہے کہ خوشی خوشی دین کے امور سرانجام دیا کرو ان کو اپنے لیے تنگی اور دشواری نہ خیال کرو کیونکہ تمہارا دین آسان ہے۔یعنی طاقت کے مطابق تھوڑا عمل کر کے بھی خدا تعالیٰ کی بشارت کے مستحق بن سکتے ہو۔

"وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ"

ان الفاظ میں ترغیب وتحریص دی گئی ہے کہ ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تاکہ خدا تعالیٰ کا قرب ممکن ہو سکے۔

شریعت نے تقلیل عبادت کا حکم تکثیر کے لیے دیا جو تھوڑی کرے گا اور پابندی سے کرتا رہے وہ بہت ہو جائے گا کثرت عبادت سے اس لیے منع کر دیا ایک دم بہت زیادہ عبادت کرنے سے تھکاوٹ ہو جانے پر اکتاہٹ ہو جائے گی۔

علامہ ابن بطال ؒ اس کی تشریح وتوضیح میں فرماتے ہیں:

"قال أبو الزناد: والمراد بهذا الحديث الحض على الرفق فى العمل، وهو كقوله (ﷺ): تمت عليكم من العمل ما تطيقون ، وقال لعبد الله بن عمر: تمت وإذا فعلت هجمت عينك ونقمت نفسك . وقوله: تمت أبشروا يعنى بالأجر والثواب على العمل، وتمت استعينوا بالغدوة والروحة وشىء من الدلجة كأنه خاطب مسافرًا يقطع طريقه إلى مقصده فنبهه على أوقات نشاطه التى يزكو فيها

---

[23] بجنوری، احمد رضا، سید، انوار الباری شرح صحیح البخاری، اداره تالیفات اشرفیه، ملتان،1427ھ،3،4م 252۔253

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

عمله؛ لأن الغدو والرواح والدلج أفضل أوقات المسافر"[24]

''ابو الزناد نے کہا اس حدیث سے مراد کام میں نرمی کی ترغیب ہے اور یہ آپ ﷺ کے فرمان کی طرح ہے کہ عمل میں جن چیزوں کی تم طاقت رکھتے ہو وہ مکمل ہیں۔ اور آپ ﷺ نے عبد اللہ بن عمر سے کہا کہ جب تو کام کرے تو مکمل کرے اس حال میں تیری آنکھ پر پسینہ آ جائے اور تیرا دل نہ پسند کرے۔ اور آپ ﷺ کا فرمان ہے یہ دین مکمل آسان ہے جس کی تمہیں بشارت دی گئی ہے یعنی کام پر اجر و ثواب کی۔ اور یہ دین آسان ہے تم صبح و شام اور رات کی تاریکی میں مدد حاصل کرو گویا آپ ﷺ نے مسافر کی طرح خطاب کیا ہے جو اپنے مقصد کے لیے راستہ طے کرتا ہے تو آپ ﷺ نے اس کے نشیط اوقات پر متنبہ کیا ہے جس میں وہ اپنے عمل کو بڑھالے کیونکہ صبح و شام اور رات کی تاریکی مسافر کے افضل اوقات ہیں۔''

خلاصہ بحث

اللہ تعالیٰ نے دینی امور میں اپنے بندوں کے لیے جہاں رخصت اور آسانی فراہم کی ہے، وہیں خود کو بلاوجہ مشکلات اور تنگی میں ڈالنے کی ممانعت کی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی یہ مبارک صفت تھی کہ آپ ﷺ ہمیشہ صحابہ کرام کے لیے آسان احکام بیان فرماتے اور ان کی حالت اور استطاعت کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلے صادر فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کو سختی اور دشواری ہرگز پسند نہ تھی۔ آپ ﷺ نے انسانوں کے لیے سہولت اور آسانی پیدا کرنے کو بہت اہمیت دی اور اس پر دعا فرمائی کہ "اے اللہ! جو تیرے بندوں کے لیے نرمی اور آسانی پیدا کرتا ہے، تو اس کے ساتھ بھی نرمی اور آسانی فرما، اور جو تیرے بندوں کے لیے سختی اور مشکلات پیدا کرتا ہے، تو اس کے لیے بھی سختی کا معاملہ فرما۔"

[24] ابن بطال، أبو الحسن على بن خلف، شرح صحيح البخارى لابن بطال،مكتبة الرشد - السعودية، الرياض، 1423ھ،1:97